© rasailojaraid.com

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایامِ عسرویسر

حضرت مولانا سید محمد شاہ قطب الدین حسینی صابریؒ

(گزشتہ سے پیوستہ)

اور یہ تو اس وقت ہے، جب ابن زولاق کے الفاظ ''فحدثہ بہ،، میں ''حدث،، کا فاعل امام طحاوی کو قرار دیا جائے جو متبادر ہے لیکن اگر اس کا فاعل ابن زبر ہی ہو، اور مطلب یہ لیا جائے کہ جس حدیث کے متعلق اس نے باور کرایا تھا کہ بالواسطہ آج سے تیس سال پہلے میں نے اس کو لکھا ہے۔ یہ بتانے کے لئے میں اس کو بھولا نہیں ہوں، یعنی آپ کا بڑا قدر دان ہوں، اس کے ثبوت میں اس حدیث کو زبانی امام کے سامنے اس نے پڑھ دیا ہو، تو اس مطلب کی یہی گنجائش ہے، بلکہ اگر بلا واسطہ شاگرد بننے کی بھی خواہش ہو، تو عرض علی الشیخ کے طور پر اس کی سند بجائے بالواسطہ کے امام طحاوی کے ساتھ بلا واسطہ متصل ہو جاتی ہے۔

قاضی ابن زبر کے متعلق ایک بات یاد رکھنے کی ہے کہ جناب کی تصنیفات عالیہ میں ایک کتاب ''تشریف الفقر علی الفنا،، بھی ہے۔ الذھبی نے جہاں ان کی کتابوں کی فہرست دی ہے۔ اس کتاب کا خاص طور سے ذکر کیا ہے۔

عجیب بات ہے کہ ٹھیک جس سال امیر تکین جو ابن زبر کے پشت پناہوں میں تھا، وہ مصر کا اس زمانہ میں والی (گورنر) تھا۔ اتفاق سے ملول ہو گیا۔ حالت روز بروز بد سے بدتر ہونے لگی۔ ابن زبر کو اندیشہ ہوا کہ امیر اگر کہیں لڑھک گیا تو مصر کی عام پبلک میری تکا بوٹی کر کے رکھ دے گی۔ بڑا پریشان ہوا۔ اس زمانہ میں ایک شافعی عالم اسمٰعیل بن عبدالواحد پر امیر تکین بہت اعتماد کرتا تھا مصر میں موجود تھے۔ ان کی خوشامد برآمد کر کے اس نے راضی کیا کہ امیر سے میری رخصت منظور کرا لو، میں گھر دمشق جانا چاہتا ہوں۔ وہاں سخت ضرورت ہے اور یہ بھی کہا کہ میری جگہ منصرمانہ طور پر آپ ہی کام بھی کیجئے، اسمٰعیل راضی ہوئے لیکن امیر تکین راضی نہیں ہوتا تھا۔

فلم یزل ابو ھاشم یکلم الامیر حتی اذن لہ فی ذالک

ابو ہاشم (اسمٰعیل بن عبدالواحد) بار بار امیر تکین سے ابن زبر کی چھٹی کے متعلق اصرار کرتے رہے، تا آنکہ اس کو رخصت مل گئی۔

رخصت کی منظوری جونہی ملی، ابو ہاشم اسمٰعیل کو چارج دے کر سیدھے دمشق بھاگا، یہ سنہ ۳۲۱ کا واقعہ ہے اور خدا کی شان دیکھئے کہ اس سال حضرت امام ابو جعفر الطحاوی کی وفات ہوتی ہے، ابن خلکان اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دوسرے مورخوں کا اتفاق ہے کہ **وتوفی سنة احدی وعشرین وثلاث مائة (ص ۱۱۹ ج)** طحاوی کی ۳۲۱ھ میں وفات ہوئی۔ یعنی امام کی وفات سنہ ۳۲۱ میں ہوئی البتہ ابن زبر مصر سے جان بچا کر اسی سال کے جمادی الاول میں بھاگا ہے اور ہمارے امام کی وفات چونکہ ذیقعدہ کی پہلی تاریخ کو ہوئی جیسا کہ ابن خلکان نے تصریح کی ہے کہ **لیلة الخمیس مستهل ذوالقعده** جمعرات ذوالقعدہ کی پہلی تاریخ تھی، گویا اس کے معنی یہ ہوئے کہ ابن زبر کی روانگی کے سات مہینہ بعد امام طحاوی نے رحلت فرمائی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ چند مہینہ امام پر مرض الموت کے گزرے، کیونکہ ابن زبر کے بعد جمادی الثانی سنہ ۳۲۱ میں مشہور اسلامی مصنف عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ الدینوری المعروف بابن قتیبۃ کے صاحبزادے احمد بن عبداللہ بن مسلم بن قتیبۃ کو ہم مصر کا قاضی پاتے ہیں۔ ابن خلکان نے ان ہی ابن قتیبۃ قاضی کے متعلق لکھا ہے کہ **تولی القضاء بمصر وقدمها فی ثامن عشر من جمادیٰ الاخرة سنه احدی وعشرون وثلاث مائة (ص ۲۵۱ ج ۱)**

قاضی ابن قتیبۃ قطع نظر اس کے کہ بڑے باپ کے بیٹے تھے خود بھی اپنے وقت کے مسلم الثبوت علماء اور مصنفین میں شمار ہوتے ہیں، ان کی کتابیں ''ادب الکاتب،، اور ''اصلاح المنطق،، اب بھی عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہیں۔ ایسے علم دوست اور علمی گھرانے کے قاضی سے یہ بعید معلوم ہوتا ہے کہ امام طحاوی کا جو مقام اس وقت مصر میں قائم ہو چکا تھا، ان سے وہ باوجود موانع نہ ہونے کے ملاقات نہ کرتے، غالب قرینہ ہے کہ امام کی حالت سقیم ہو چکی ہوگی اور خود بیچارے قاضی ابن قتیبۃ کچھ مطمئن بھی نہ تھے۔ رفع الاصر کے حوالہ سے تو یہ نقل کیا گیا ہے کہ مصری جن پر مروانیت کہئے، یا جیسا وہ کہتے تھے عثمانیت کا زیادہ غلبہ تھا۔ قاضی ابن قتیبۃ جب قضاء کا چارج لینے کے لئے جامع مسجد کی طرف عباسیوں کے مشہور سیاہ رنگ کے لباس میں روانہ ہوئے تو **فثار علیه العامة فرجموه ومزقوا سواده ص ۵۴۶** عوام ان کے خلاف بھڑک اٹھی اور ان پر پتھر برسانے لگے اور اس فرعونی سلوک کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوا کہ پانچ مہینہ سے زیادہ قاضی رہ بھی نہ سکے۔ غالباً ان ہی پریشانیوں میں وہ الطحاوی کی عیادت کو بھی نہ گئے، یا شاید اہل تاریخ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔ خیر کچھ بھی ہو عجیب اتفاق ہے کہ ٹھیک ذیقعدہ سنہ ۳۲۱ کی پہلی تاریخ کو امام کا انتقال ہوتا ہے اور الکندی کے ملحقات میں غالباً معجم الادباء کے حوالہ سے یہ فقرہ منقول ہے کہ قاضی ابن قتیبۃ: **صرف عن القضاء فی آخری ذی القعده سنة ۳۲۱**
ماہ ذوالقعدہ ۳۲۱ھ کے آخر میں عہدہ قضاء سے ہٹا دیے گئے۔

گویا امام طحاوی کی وفات کے پندرہ بیس دن بعد ابن قتیبۃ کا بھی عہدہ قضاء سے انتقال ہو گیا اور چند ہی دن بعد یعنی سنہ ۳۲۲ کی ربیع الاول میں دنیا سے بھی چل بسے۔

☆حافظ علی تکبیرۃ الاحرام جماعۃ واکثر المکث فی المسجد وعود نفسک المبادرۃ للصلاۃ تجد السرور.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلاصہ یہ ہے کہ عرب کے چند قبائل جن کی طرف الازدی کی نسبت کی جاتی ہے ان میں سے ازوحجر کا ایک خاندان مصر کے طحایا طحیۃ یا جیسا کہ جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب لباب فی تھذیب الانساب میں لکھا ہے کہ طحانہیں بلکہ طحا کے قریب ایک اور گاؤں طحطوط ہے وہاں یہ خاندان آ کر آباد ہو گیا تھا۔ مجھے اس کا پتہ نہ چل سکا کہ عرب سے منتقل ہو کر شروع شروع میں اس خاندان کے کون آدمی طحا میں آ کر سکونت پذیر ہوئے۔ سلمۃ بن القاسم الاندلسی نے اپنی تاریخ کے صلہ میں یہ جونسب نامہ امام طحاوی کا دیا ہے یعنی:

احمد بن محمدبن سلمة بن عبدالملک بن سلیم بن سلیمان بن حباب.........

اس سے غالب قرینہ یہ ہے کہ ان میں ساتویں آدمی حباب یہی ''البدو،، سے نکل کر ''مصر،، پہونچے۔ دوسرا دو صدیوں میں سات پشتوں کا گزر جانا محل تعجب نہیں ہے بلکہ زیادہ تر یہی ہوتا ہے کہ ایک ایک صدی میں تین پشتیں گزرتی ہیں۔

بہرحال اسی خاندان کے ہمارے امام ابوجعفر طحاوی سنہ ۲۳۸ یا جیسا کہ السمعانی نے ''ھوالصحیح،، کہتے ہوئے سنہ ۲۳۹ کو ترجیح دی ہے، ۱۱/ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور تقریباً ۸۲ سال تک اس دنیا کے مختلف نشیب وفراز سے گزرتے ہوئے سنہ ۳۲۱ ہجری یکم ذیقعدہ کو جان جہان آفرین کے سپرد کی، ابن خلکان نے لکھا ہے **دفن بالقرافۃ وقبرہ مشھور بھا** (ص ۱۹ ج ۱)

قرافہ میں دفن ہوئے اور وہاں آپ کی قبر مشہور ہے۔ اولاد کی پوری تفصیل اب تک مجھے نہیں مل سکی صرف ان کے ایک صاحبزادے ابوالحسن علی بن احمد اور علی بن احمد کے صاحبزادے یعنی امام طحاوی کے پوتے ابوعلی الحسن بن علی کا کتابوں میں لوگ تذکرہ کرتے ہیں۔ المعانی نے لکھا ہے:

ان ابنہ ابن (ابوجعفر الطحاوی) ابوالحسن علی بن احمد الطحاوی یروی عن ابی عبدالرحمن احمد بن شعیب النسائی وغیرہ توفی سنة ۳۵۱ وحفیدہ ابوعلی الحسن ابن علی بن احمد الطحاوی توفی فی الربیع الاخر سنة ۳۶۰

ان کے صاحبزادے ابوالحسن علی بن احمد طحاوی جن کا انتقال سنہ ۳۵۱ میں ہوا۔ امام ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب نسائی وغیرہ سے روایت کرتے ہیں اور ان کے پوتے ابوعلی حسن بن علی بن احمد طحاوی کا ماہ ربیع الآخر سنہ ۳۶۰ میں انتقال ہوا۔

خیر یہ تو رسمی عام حالات ہیں، ہر شخص جو پیدا ہوتا ہے وہ کہیں پیدا ہوتا ہے کسی سنہ میں پیدا ہوتا ہے، کسی سنہ ہی میں مرتا ہے اور کسی مقام ہی میں دفن ہوتا ہے، کچھ لوگ اولاد بھی چھوڑتے ہیں۔ اسی طرح غربت سے امارت، جہل کے بعد علم یہ بھی چنداں خصوصیت کی بات نہیں اور گو عام کتابوں میں امام کے حالات ایک صفحہ دو صفحہ سے زاید نہیں ہیں لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس سلسلہ میں ہزارہا صفحات کے پڑھنے سے جو متفرق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اجزاء مجھے ملتے چلے گئے ان کو ایک خاص ترتیب سے جمع کرنے کی غالباً مجھے پہلی دفعہ سعادت نصیب ہوئی۔ ورنہ جہاں تک میرا مطالعہ ہے، اس وقت تک امام کے حالات پر مستقلاً کوئی کتاب نہیں پائی جاتی۔ عامہ اہل تراجم وتذکرات ان کے ترجمہ کو صفحہ دو صفحہ پر ختم کر دیتے ہیں اور یہ پہلی دفعہ امام کے حالات کا اتنا ذخیرہ ایک جگہ بحمداللہ جمع ہو گیا۔

لیکن اب وقت آ گیا ہے کہ پھر اس مسئلہ کی طرف رجوع کروں جس کی طرف شروع سے میں اشارہ کرتا چلا آیا ہوں۔ مصر کا آئمہ ثلاثہ امام مالک وشافعی وابوحنیفہ کے فقہ سے ابتدائی صدیوں میں جو تعلق رہا ہے، اسے تفصیلاً بتا چکا ہوں۔ پھر امام طحاوی کے ماموں اور امام شافعی کے شاگرد ابوابراہیم اسمٰعیل المزنی الامام اور قاضی بکار کے تعلقات پر میں نے روشنی ڈالی تھی۔ بتایا تھا کہ امام مزنی سے جدا ہو کر امام طحاوی قاضی بکار کے سکریٹری بھی رہے اور ان سے پڑھتے بھی رہے۔ اسی زمانہ میں قاضی بکار کا مزنی کی کتاب مختصر کو دیکھ کر حنفی مذہب کی تائید اور امام شافعی کی تردید میں ایک ''کتاب جلیل،، کی تصنیف میں مشغول ہونا اور اسی کو میں نے امام طحاوی اور امام مزنی کے تعلقات کے خراب ہونے کا سبب قرار دیا تھا، عجب بات ہے کہ سلف کی جتنی کتابیں اس باب میں اب تک میری نظر سے گزری ہیں، ان میں مزنی اور طحاوی کے درمیان کس مسئلہ پر اختلاف ہوا، اس کی تصریح نہیں ملی۔ صرف بعد کو ابن عساکر ابوسلیمان بن ترب کے حوالہ سے تاریخ دمشق میں اتنا اضافہ ملا کہ جھگڑے کا سبب یہ ہوا کہ

تکلم الطحاوی یوما بحضرة المزنی فی مسئلة فقال له المزنی الخ (تلخیص ابن عساکر ص۲۴)

''چونکہ مسئلہ،، کا لفظ عموماً جب بولا جاتا ہے تو اس سے علمی مسئلہ ہی مراد لیا جاتا ہے، اس لئے اس سے اتنا تو معلوم ہوا کہ گفتگو علمی مسئلہ میں ہو رہی تھی۔ لیکن حیرت ہے کہ مولانا عبدالحی فرنگی محلی جن کے ماخذ تقریباً وہی کتابیں ہیں جن سے میں نے مواد فراہم کیا ہے لیکن انہوں نے خدا جانے کس سند کی بنیاد پر اپنی کتاب ''الفوائد البہیة،، میں اس جھگڑے کا ذکر کرتے ہوئے ارقام فرمایا ہے کہ

کان الطحاوی یکثر النظر فی کتب ابی حنیفه فقال له المزنی لایجئی منک (مطبوعہ ہند ص۱۸)

طحاوی امام ابوحنیفہ کی کتابیں اکثر مطالعہ کرتے تھے تو ان سے امام مزنی نے فرمایا تجھ سے کوئی کام نہیں ہوگا۔

اگر مولانا مرحوم کا یہ بیان قیاسی نہیں ہے بلکہ کسی تاریخی حوالہ پر مبنی ہے تو پھر جس نتیجہ تک میں عقلی اور قیاسی قرائن کی روشنی میں پہونچا ہوں، اس کی گونہ تاریخی تائید بھی مہیا ہو جاتی ہے لیکن جہاں تک میرا خیال ہے کچھ اس میں زلت قلم ہوئی ہے کیونکہ اب تک کسی کتاب میں اتنی صاف صراحت اس مسئلہ کی مجھے نہیں ملی۔ میرا گمان ہے خدا کرے کہ غلط ہو کہ ابن خلکان نے المزنی کہ متعلق جو امام طحاوی کے واسطے سے یہ

☆داوم علی ﴿لاالہ الاانت سبحٰنک انی کنت من الظالمین﴾ فلها سر عجیب فی کشف الکرب ونباعظیم فی رفع المحن. ☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نقل کیا ہے کہ جب مذہب بدلنے کے متعلق ان سے سوال کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں اپنے ماموں مزنی کو دیکھتا تھا کہ (کان یدیم النظر الی کتب ابی حنیفه ص ۹) شاید کچھ اسی سے خلط مبحث ہوا ہے اور اسی وجہ سے شروع میں مولانا کے اس قول کو میں نے پیش نہیں کیا۔ قریب قریب شاہ عبدالعزیز صاحب نے بھی یہ ہی کیا ہے (که المزنی طحاوی راتعبیربه بلادت کردص ۸۰) حالانکہ یہ قیاساً تو کہا جاسکتا ہے لیکن مورخین نے اس کی تصریح نہیں کی ہے!۔ بہر حال اگر ان حضرات نے ان فقروں کو کسی معتبر مورخ کی کتاب سے نقل فرمایا ہے تو مسئلہ اور زیادہ صاف ہو جاتا ہے۔

اب میں پھر اس سلسلہ کے آئندہ واقعات پر بحث کرنا چاہتا ہوں۔ میرا خیال ہے کہ قاضی بکار نے اس وقت جب طحاوی ان کے ساتھ تھے المزنی کی مختصر کے مقابلہ میں اپنی ''کتاب جلیل،، جو تصنیف کی، چونکہ اس کتاب کی تصنیف میں بطور مددگار کے امام طحاوی کی شرکت یقینی ہے۔ آخر وہ اسی شافعیت اور حنفیت کے قصہ میں تو اپنے ماموں کے یہاں سے الگ ہوئے تھے اور جیسا کہ میرا خیال ہے جھگڑے میں شدت قاضی بکار کی اس تصنیف جلیل کی بدولت پیدا ہوئی۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ طحاوی سے زیادہ اس کتاب سے اور کس کو دلچسپی ہوسکتی تھی۔ مگر جب قاضی بکار عہدہ قضاء سے الگ ہو گئے اور ان کی وجہ سے طحاوی بھی معاشی مشکلات میں مبتلا ہوئے۔ میں نے بتایا تھا، امام پر جس وقت یہ افتاد پڑی اس وقت تک مزنی زندہ تھے۔ اس مصیبت میں ہوسکتا تھا کہ اپنے سرپرست قاضی بکار کو حکومت کے عتاب اور ایسے سخت عتاب میں پاکر وہ اپنے ماموں کی پناہ ڈھونڈتے لیکن جہاں تک واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ غیرت مند بھانجے کو ماموں کے الفاظ سے اتنا صدمہ پہونچا تھا کہ اس حال میں بھی وہ ان کی طرف رجوع نہ ہوئے، حالانکہ اس حال میں وہ برسوں مبتلا رہے، خدا ہی جانتا ہے کہ اس زمانہ میں ان کے بسر اوقات کی کیا صورت تھی، حکومت بگڑی ہوئی، موروثی جائیداد پر چچا کا قبضہ، اسی لئے جہاں تک میرا قیاس ہے کہ مزنی کی زندگی میں براہ راست تصنیف وتالیف میں مشغول ہونے کا طحاوی کو موقعہ نہ ملا۔ ماموں نے ان کے متعلق جو پیشن گوئی ناکامی ونامرادی کی کی تھی، ایک طرح سے ان کی زندگی تک گویا پوری ہی ہو رہی تھی۔ طحاوی چاہتے ہونگے کہ کاش! کچھ بھی فرصت میسر ہوتو میں ان کو اپنا جوہر دکھاؤں لیکن بیچارے کو زمانے کے سخت ہاتھوں نے اس کا موقعہ نہ دیا، تاآینکہ طحاوی کو اس حال میں چھوڑ کر سنہ ۲۶۴ھ میں امام مزنی کا انتقال ہو گیا، مگر طحاوی کی مصیبت پھر بھی ختم نہ ہوئی۔ بالآخر خدا خدا کر کے المزنی کی وفات کے بارہ تیرہ برس بعد قاضی محمد بن عبدہ کے زمانہ میں ان کا ''عسر،، ''یسر،، سے بدلا، بجز چند دنوں کے جب خلیفہ ابن ابانے آپ کو جیل بھیج دیا تھا لیکن یہ ایک فوری مصیبت تھی، جو ٹل گئی پھر ان کو اس قسم کی پریشانیوں سے سابقہ نہ پڑا۔ حساب سے معلوم ہوتا ہے کہ امام طحاوی کو قاضی محمد بن عبدہ کے سکریٹری

☆لاتتاثر من القول القبیح ،والکلام السیی الذی یقال فیک،فانه یؤذی قائله ولا یؤذیک.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونے کے بعد چوالیس ۴۴ سال کی طویل مدت ایسی ملی، جس میں وہ اطمینان سے جس حد تک دنیا میں آدمی کو یہ لفظ ناشرمندہ معنی مل سکتا ہے، کام کرنے کا اور اپنی زندگی کے نصب العینوں کی تکمیل کا موقع ملا۔ یوں تو عام طور پر لوگ ملا علی قاری کے طبقات کے حوالہ سے طحاوی کی تالیفات کے متعلق یہ فقرہ نقل کرتے ہیں اور شروع میں تقلیداً میں نے بھی اس کو نقل کیا ہے یعنی **ان معانی الاثار اول تصانیفه ومشكل الاثار آخر تصانيفه (الدرة البهيه ص ۱۸)**

معانی الآ ثار ان کی پہلی تصنیف ہے اور مشکل الآ ثار ان کی آخری تصنیف ہے۔ الدرۃ البھیۃ ص ۱۸)
ممکن ہے کہ ملا علی قاری نے یہ حوالہ کسی معتبر کتاب سے اخذ کیا ہو لیکن باوجود تلاش کے متقدمین کی کتابوں میں اب تک مجھے یہ چیز نہیں ملی۔

جہاں تک میرا خیال ہے معانی الآ ثار اگر اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر واقع میں لکھی گئی ہے، جس کا اظہار امام نے اس کتاب کے دیباچہ میں فرمایا ہے کہ

سالني بعض اصحابنا من اهل العلم ان اضع له كتابا اذكر فيه الآثار الماثورة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الاحكام اللتي يتوهم اهل الالحاد والضعفة من اهل الاسلام ان بعضها ينقض بعضها (ص ۱)

بعض اہل علم نے مجھ سے خواہش کی کہ میں ان کے لئے ایک ایسی کتاب لکھوں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جو احکام سے متعلق ہیں جن کے متعلق اہل الحاد اور مسلمانوں میں سے علم میں کمزور لوگ ان کو ایک دوسرے کے معارض سمجھتے ہیں۔

جس سے معلوم ہوتا ہے ''معانی الآ ثار،، انھوں نے گویا ان لوگوں کو پیش نظر رکھ کر لکھا ہے، جو ایمانی کمزوری اور جہالت کی وجہ سے حدیثوں کی صحت کے سرے سے منکر تھے۔ گویا اس کتاب کے براہ راست تعلق حنفی اور شافعی اختلاف سے نہیں ہے کیونکہ خدانخواستہ وہ شوافع کو اہل الالحاد اور ''ضعیفۃ،، اہل الاسلام،، کیسے کہہ سکتے ہیں جو حدیثوں کے علمبردار ہیں بلکہ یہ نسبت اور آئمہ کے حدیثوں کے مسئلہ میں گویا زیادہ بدنام ہیں جس کی طرف میں نے تمہید میں کچھ اشارہ بھی کیا ہے۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ اس نقطہ نظر سے امام طحاوی کے سب سے پہلے کتاب لکھنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی بلکہ جن واقعات وحالات کا میں ذکر کر چکا ہوں اگر ان کو سامنے رکھا جائے تو یہی سمجھ میں آتا ہے کہ سب سے پہلے جس تصنیفی کام کی ان میں صلاحیت اور جس کا سلیقہ پیدا ہو سکتا تھا وہ وہی چیز ہو سکتی ہے۔ جس کی مشق انھوں نے قاضی بکار کی صحبت میں بہم پہونچائی تھی اور جس کی لوان کو شروع سے لگی ہوئی تھی، اس لحاظ سے میں اگر دعویٰ کروں کہ امام نے سب سے پہلے جو کتاب لکھی ہے وہ ان کی وہی کتاب

☆سب اعدائك لك بوشتم حسادك بساوي قيمتك، لانك اصبحت فينا مذكورا بور جلا مهما.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہوسکتی ہے جس کا نام مختصر الطحاوی ہے اور جو آپ کے ماموں المزنی کی کتاب مختصر المزنی کی ٹکر پر لکھی گئی ہے کیونکہ اس کتاب میں تقریباً وہی مضامین بیان کئے گئے ہیں جن پر قاضی ''بکار،، کی کتاب مشتمل تھی۔ اپنی مختصر کے دیباچہ میں طحاوی خود ہی ارقام فرماتے ہیں:

جمعت کتابی هذا اصناف الفقه اللتی لایسمع الانسان جهلها وبینت الجوابات عنها من قول ابی حنیفة وابی یوسف ومحمد.

میری اس کتاب میں میں نے فقہ کی ان انواع کو جمع کیا ہے جس سے کوئی انسان ناواقف نہیں رہ سکتا اور ان کے جوابات میں نے امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال سے بیان کئے ہیں۔

یہ ''دیباچہ،، حاجی خلیفہ نے کشف الظنون میں نقل کیا ہے پھر اس کے شارح احمد بن علی الوراق کے حوالہ سے اس کتاب کے متعلق اتنا اور اضافہ کیا ہے۔

اذ کان هذا الکتاب یشتمل علی عامة مسائل الخلاف و کثیرقمن الفروع (ص ۲۴۱ جلد ۱)

یہ کتاب اکثر اختلافی مسائل اور بکثرت اختلافی فروعات پر مشتمل ہے۔

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ''قاضی بکار،، کی طرح زیادہ تر خلافیاتی فروع پر امام ابی حنیفہ اور قاضی ابو یوسف امام محمد کے نقاط نظر سے بحث کی گئی ہے اور سچ پوچھئے تو یہ دراصل ''المزنی،، کی مختصر کا ''قاضی بکار،، کی کتاب کے بعد دوسرا جواب ہے، صرف اس لئے نہیں کہ اس کا بھی نام مختصر ہے بلکہ حاجی خلیفہ نے لکھا ہے کہ امام طحاوی نے اپنی اس مختصر کو...... **الفه صغیرا و کبیرا ورتبه کترتیب المزنی (ص ۲۴۱)**...... آپ نے امام مزنی کی ترتیب پر مختصر صغیر مختصر کبیر لکھی۔

گویا یوں سمجھنا چاہئے کہ ''قاضی بکار،، کی کتاب کا ''مختصر الطحاوی،، نقش ثانی ہے، اس کی مشق اپنے استاد اور قاضی سے کی تھی۔ اسی لئے اس پر سب سے پہلے قلم اٹھایا، بلکہ اس کتاب کا لکھنا تو ان کی زندگی کا ایک بڑا نصب العین تھا۔ ماموں کو چھوڑ کر بھاگے تھے۔ انھوں نے نامرادی کی بددعادی تھی، وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ جو کمال آپ نے شافعی مذہب میں حاصل کیا ہے، اگر حنفی مذہب جس کی تائید کے جرم میں، میں سراپا گیا ہوں، وہی کمال حاصل کر کے نہ دکھایا تو بات ہی کیا ہوئی۔ مورخین باتفاق لکھتے ہیں کہ:

لما صنف مختصره قال رحم الله ابا ابراهیم لو کان حیاً لکفر عن یمینه (ص ۱۸)

جب انہوں نے اپنی کتاب مختصر لکھی تو فرمایا اللہ ابو ابراہیم (مزنی) پر رحم کرے اگر وہ زندہ ہوتے تو وہ اپنی قسم کا کفارہ دیتے۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اپنے ماموں کے دعوی اور پیش گوئی کے مقابلہ میں انھوں نے کتاب لکھ کر بتائی تھی۔ ایسی صورت میں غور کیا جاسکتا ہے کہ موقع ملنے کے باوجود وہ بجائے مختصر جس سے ان کے

☆اعلم ان من اغتابک فقد اهدی لک حسناته ،وحط من سیئاتک ،وجعلک مشهورا،وهذه نعمة.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ماموں صاحب کی پیش گوئی غلط ہوسکتی تھی تو وہ کوئی دوسری کتاب کیوں لکھتے، ان کا شروع سے نشانہ مزنی اور مزنی کی پیش گوئی ہی تھی۔ بیچارے کو جب تک زمانہ نے موقع نہ دیا (اور یہ اتفاق تھا کہ جب تک امام مزنی زندہ رہے،) طحاوی ان کی قسم توڑنے کا سامان فراہم نہ کرسکے لیکن جوں ہی ان کو پہلا موقع ملا انھوں نے سب سے پہلے شافعی مذہب کے مختصر کے مقابلہ میں ٹھیک انھیں ابواب وفصول کے ساتھ جو مزنی نے اختیار کی تھی، اپنی مختصر مرتب کی۔ یہ ہوسکتا ہے کہ پھر عمر بھر اس میں ردوبدل کاٹ پیٹ کا سلسلہ انھوں نے جاری رکھا ہو بلکہ یہ بات کہ طحاوی نے دو مختصر ایک کبیر اور ایک صغیر لکھا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ''کبیر،، تو ان کی اصلی کتاب ہے جو اغلب قرینہ ہے کہ قاضی ''بکار،، کے قدم بقدم ہوگی۔ پھر بعد کو انھوں نے اس کو جب سمیٹا ہوگا اسی کا نام ''مختصر صغیر،، رکھ دیا ہوگا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالعزیزؒ دہلوی نے اپنی کتاب بستان المحدثین میں امام طحاوی کے انتقال مذہب کے قصہ کو بیان فرمانے کے بعد جو یہ لکھا ہے کہ مزنی کے حلقہ کو چھوڑنے کے بعد ابوجعفر طحاوی نے

سعی بسیار کرد تاانکہ درفقہ مہارت پیدا کرد ومختصر تصنیف نمود کہ اورا مختصر طحاوی گویند(بستان المحدثین)(ص۸۷)

بہت کوشش فرمائی یہاں تک کہ فقہ میں مہارت پیدا کی اور کتاب مختصر کی تالیف کی جس کو مختصر الطحاوی کہتے ہیں۔(بستان المحدثین)

اس سے بھی یہی حال معلوم ہوتا ہے کہ شاہ صاحب بھی ''مختصر،، ہی کو امام طحاوی کی اس تعلیمی جدوجہد کا سب سے بڑا نصب العین سمجھتے ہیں، جس میں وہ اپنے ماموں کے یہاں سے الگ ہونے کے بعد مصروف ہوئے۔

حافظ ابن عساکر نے اپنی تاریخ دمشق میں طحاوی کے حوالہ سے یہ روایت نقل کی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ طحاوی کہتے تھے: **فرایت قولی الاول فرایت المزنی فی المنام وھویقول یااباجعفر غضبتک وکررھامرتین (ص۵۶ ج۲)**

میں نے امام مزنی کو خواب میں دیکھا، وہ کہہ رہے ہیں اے ابوجعفر میں نے تمہیں غصہ دلایا اور دو مرتبہ یہ بات دہرائی۔ بظاہر اس روایت میں بیان کرنے والے نے کچھ اجزاء چھوڑ دیئے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ جب مختصر کی تصنیف سے طحاوی فارغ ہوئے ہیں، (کیونکہ اس واقعہ کا ذکر اس کے بعد کیا گیا ہے) تو انھوں نے اپنی مختصر میں اپنے اس دعوے کو جوان کے اور مزنی کے درمیان بناء مخاصمت تھی جب اپنی کتاب میں پڑھا اور ماموں کا قدرتی طور پر خیال آیا ہوگا کہ اس مسئلہ میں ان سے جھگڑا ہوا تھا، رات کو جب سوئے تو مزنی کو خواب میں دیکھا کہ وہ فرمارہے ہیں کہ ''ابوجعفر! میں نے تمہیں غصہ دلایا ابوجعفر میں نے تمہیں غصہ دلایا،،۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کنیت کے ساتھ کسی کو مخاطب کرنا عربی زبان کے محاورہ کی رو سے عزت یا محبت پر ہی دلالت کرتا ہے۔ گویا ایک طرح سے معذرت اور دل کی صفائی دونوں کا اس سے اظہار ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ طبعاً جب امام طحاوی صبح کو اٹھے ہونگے، خواب کا خیال آیا ہوگا، پرانا غصہ یاد آیا ہوگا۔ دونوں میں خون کا رشتہ تھا ایسے موقع پر اس کا جوش میں آجانا محل تعجب نہیں ہے۔ ابن عساکر والی روایت میں اسی کے بعد جو یہ اضافہ ہے کہ

فاجتاز الطحاوی بعد ذالک بقبر المزنی فقال رحمک الله یااباابراهیم اما لو کنت حیالکفرت عن یمینک............

اس کے بعد امام طحاوی امام مزنی کی قبر پر حاضر ہوئے تو فرمایا اے ابوابراہیم (مزنی) اللہ آپ پر رحم فرمائے اگر آپ (اس وقت) زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ دیتے۔

کچھ تعجب نہیں کہ خواب سے متاثر ہوکر امام طحاوی اسی دن غالباً ماموں کی قبر پر پہونچے ہونگے اور اب اس قسم کے کفارہ کا دوبارہ ذکر انہوں نے قبر پر کیا، میرے خیال میں بجائے تعریض کے اگر اس کا یہ مطلب لیا جائے کہ اپنے ماموں کا امام شکریہ ادا کرتے تھے کہ آپ سے اس دن جھگڑے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس شر سے ایک ''خیر،، پیدا ہوگیا۔ اگر آپ آج زندہ ہوتے اور میری علمی عظمت وشہرت اور میری فنی قابلیت ولیاقت کو دیکھتے، تو خوشی سے آپ اپنی قسم کا کفارہ ادا کردیتے۔ واقعہ یہ ہے کہ اگر یہ قصہ پیش نہ آتا تو شاید امام طحاوی میں وہ کد نہ پیدا ہوتی جس نے ان کو بالآخر امام کے مرتبہ پر پہنچا دیا۔

بہر حال یہ تو ایک نکتہ بعد الوقوع ہے۔ کہتے ہیں یوں بھی امام طحاوی کی ایک گونہ عادت سی ہوگئی تھی کہ جب طلبہ کو درس دیتے ہوئے کسی پیچیدہ مسئلہ کے حل کو پیش کرتے جو خود ان کی ذاتی غور وفکر کا نتیجہ ہوتا تو بیان کرنے کے بعد عموماً اسی رحم اللہ کے فقرہ کو دہراتے ''فوائد بهیه،، اور ''جواهر مضیئه،، میں یہ ہے کہ :

فکان (الطحاوی) اذادرس واجاب فی شئی من المشکلات یقول رحم الله خالی لو کان حیالکفر عن یمینه (ص ۱۸ الفوائد للفرنکی المحلی)

امام طحاوی جب درس دیتے اور کسی مشکل مسئلہ کا جواب دیتے تو فرماتے اللہ رحم کرے۔ میرے ماموں پر اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ دیتے۔

یہاں مدرسہ کا ایک دلچسپ لطیفہ قابل ذکر ہے، وہی پرانی مثل کہ ''شعر مرا بمدرسہ کہ برد،، کہ ایک پر لطف مثال ہے۔ مطلب یہ ہے کہ طحاوی کا یہ قول کہ ''میرے ماموں کو اپنی قسم کا کفارہ دینا پڑتا اگر زندہ رہتے،، اس پر مدرسہ کے مولویوں نے ایک اعتراض جڑ دیا کہ امام مزنی نے تو ''والله ماجاء منک شیئ،، کہا تھا۔ یعنی قسم میں صیغہ ماضی کا تھا اور واللہ کے بھی ایسے مواقع ہیں جب بغیر نیت کے سبقت لسانی کے طور پر نکل جاتا ہے تو ایسی صورت میں طحاوی کا جو مذہب ہے یعنی حنفی فقہ کی رو سے کفارہ کب

☆اخلص توحیدک لربک ،لینشرح صدرک ،بقدر صفاء توحیدک ونقاء اخلاصک تکون سعادتک .☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

واجب ہوتا ہے، غالباً کسی ''ملا،، نے شاہ عبدالعزیز صاحب پر یہ اعتراض کیا تھا، مدرسہ میں جب اعتراض اٹھ جائے تو بھلا اس کا جواب نہ دیا جائے بغیر اس کے لوگوں کی تسلی کیسے ہوسکتی ہے، شاہ عبدالعزیز صاحب نے بستان المحدثین میں اس کا یہ جواب دیا تھا۔

ابن حکم برمذہب مزنی است نہ برمذہب طحاوی

یعنی شافعیوں کے مذہب میں چونکہ اس قسم کی قسم جو بغیر قصدوارادہ کے ہو اس پر بھی کفارہ لازم آتا ہے۔ تو مزنی کو اپنے مذہب کی رو سے تو کفارہ دینا ہی پڑتا، اور یہ ہی طحاوی کی مراد تھی۔ مگر مدرسہ کا یہ بھی قاعدہ ہے کہ جو اعتراض وہاں اٹھ جائے اس پر، پھر قال اقوال کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا۔ مولانا عبدالحیؒ فرنگی محلی نے اپنی کتاب الفوائد البھیہ کے حاشیہ پر شاہ صاحب کے اس جواب پر پھر اعتراض کردیا۔

قلت ھذا انما یصح اذا کان یمینہ بلفظ ''لاجاء منک ،،علی لفظۃ الماضی کمافی بعض الکتب واما اذا کان یمینہ بلفظۃ''یجئی ،،علی الاستقبال فالکفارۃ واجبۃ فیہ عندنا ایضاً کمالایخفی علی ماھرالفقہ

میں کہتا ہوں کہ یہ اس وقت صحیح ہے جبکہ ان کی قسم جیسا کہ بعض کتابوں میں ہے لفظ ماضی کے ساتھ ہو جب ان کی قسم لفظ مضارع یجئی کے ساتھ ہو تو اس میں ہمارے پاس بھی کفارہ واجب ہے جیسا کہ ماہر فقہ پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔

ظاہر ہے کہ یہ ایک تاریخی مسئلہ ہے، کوئی قرآن کی آیت، بلکہ حدیث بھی نہیں ہے کہ مورخین بجنسہ ان الفاظ کی نقل کے ذمہ دار ہوں جو مزنی نے کہا تھا۔ میں نے کہیں نقل بھی کیا ہے کہ انھیں، کتابوں میں ''لاافلحت،، وغیرہ کے الفاظ ہی آئے ہیں۔ اس لئے اسپر بحث ہی غیر ضروری ہے، ورنہ اگر سوال اٹھایا جائے تو بہت سے اٹھ سکتے ہیں۔ مثلاً یہی کہ اگر کوئی قسم کھا کر مر جائے اور واقعہ اس کی قسم کے خلاف ظہور پذیر ہو تو قسم کھانے والے کو گناہ ہوگا یا نہیں اگر وہ ذمہ دار ہے۔ تو ورثہ کو ''اودین،، کے تحت وجوباً یا یوں ہی تبرعاً کفارہ ادا کرنا چاہئے یا نہیں۔ مگر میری غرض صرف ایک دلچسپ لطیفہ کا ذکر ہے۔ بھلا تاریخی مباحث میں اگر ان سلسلوں کو چھیڑا جائے، تو ایک واقعہ بھی ختم نہیں ہوسکتا۔ اس لطیفہ کے ایک جزو کا ذکر آگے بھی آرہا ہے۔ مگر اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امام طحاوی کے لئے اس دن کا یہ قصہ اسی ''امراۃ سوداء کا،، ''یوم الحدیا،، ہوگیا، جس کا ذکر حضرت عائشہؓ کے حوالہ سے صحیح بخاری میں ہے اور جو ہر مجلس سے اٹھتے ہوئے: **ویوم الحدیامن تعاجیب ربناالاانہ من بلدۃالکفر انجانی** ...... اور چیل کا دن ہمارے رب کی تعجب خیز باتوں میں سے ہے سنو اس نے مجھے کفر کی بستی سے نجات دی۔

اور اب میں امام طحاوی کے اس ''یوم الحدیا،، کے **تعاجیب ربنا**،، کی کچھ تفصیل بیان کرنا چاہتا ہوں، میرا

☆کن شجاعا،قوی القلب،ثابت النفس،لدیک ھمۃ وعزیمۃ،ولا تغرک الزوابع والا راجیف.☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مطلب یہ ہے کہ اس واقعہ پر آئندہ جو نتائج مرتب ہوئے اب ان کو نمبر وار بیان کروں۔(جاری ہے)

حواشی

۱۔(السیوطی کی اصل عبارت یہ ہے کہ ''انـہ (ای ابو جعفر الطحاوی)لیس من طحابل من طحطوطہ قریب بقریۃ طحافکرہ ان یقال لہ طحطوطی،،یعنی طحطوطی کالفظ چونکہ ذرا بھونڈا تھااس لئے امام طحاوی اپنے کو''طحاوی،، سمجھنے لگے،لیکن میرے خیال میں ایک ایسے جلیل امام کی طرف غلط بیانی کا انتساب اوروہ بھی ایک لفظی وجہ سے مشکل ہے،کون کہہ سکتا ہے کہ برادارن شوافع کی طرف سے یہ بھی ایک لطیفہ ہے ورنہ شامی کے مشہور محشی علامہ طحطاوی نے تواس انتساب کو باقی رکھا اورموجودہ مصری جغرافیہ میں نیل کے کنارے طحطا نامی شہراب بھی پایا جاتا ہے)

۲۔بعد کولسان المیزان میں ابن حجر کی یہ عبارت بغیر کسی حوالہ کے ملی مزنی وطحاوی کے بگاڑ کی وجہ درج کرتے ہوئے لکھتے ہیں،وذلک انـہ کـان یـقـرا علیـہ فـمـرت مسئلۃ دقیقۃ فـلـمـا فھـمـھـا ابو جعفر فبالغ المزنی فی تقریبھا فلم یتفق ذلک فغضب المزنی متفجرا ،لسان ص۲۷۵ قیاسی طور پرابتداء میں جس نتیجہ تک پہونچا تھا خوشی ہوئی کہ پھران ہی الفاظ میں حافظ ابن حجر نے واقعہ کی تفصیل بیان کی ہے۔

......☆......☆......☆......☆......☆......

۱۴سالہ اشاریہ ماہ نامہ فقہ اسلامی

اس اشاریئے کی مدد سے آپ یہ جان سکتے ہیں کہ گزشتہ چودہ برس میں کن کن موضوعات پر اس مجلّہ میں مضامین شائع ہو چکے ہیں' اور اشاریے کی مدد سے اپنی ضرورت اور پسند کا مضمون حاصل کرنے کے لئے مطلوبہ شمارہ طلب کرسکتے ہیں۔

قیمت صرف سو روپے علاوہ ڈاک خرچ

☆علیک بالجود من صدر الجواد منشرح وبالہ واسع والبخیل ضیق الصدر مظلم القلب مکدر الخاطر.☆

© rasailojaraid.com